

## تقبیہ کیا ہے؟

<"xml encoding="UTF-8?>

تقبیہ کیا ہے؟

کیا اسلام میں تقبیہ نام کا کوئی حکم پایا جاتا ہے؟ کیا تقبیہ باعث کذب و نفاق نہیں ہوتا؟

کیا تقبیہ حقیقی عقائد کو پوشیدہ کرنے کا ایک وسیلہ نہیں؟

تقبیہ؛ کا مادہ وقایہ ہے جس کے معنی کسی ضرر اور خطرے سے حفاظت کرنا، لفظ تقویٰ بھی اسی مادہ سے آیا ہے، تقویٰ یعنی نفس کو محرماتِ الہی سے بچا کے رکھنا، بنابرین تقبیہ کے معنی؛ جان، شرف، آبرو یا مال کو دوسرے کے خطرے سے محفوظ کرنا ہے ایسے عقیدہ یا عمل کے اظہار کرنے سے جو خود اس کے مذہب کے تو برخلاف ہو لیکن دوسرے کے مذہب کے مطابق ہو، البتہ یہ معنی تقبیہ کے لغوی اور عرفی ہیں، اور شرعی اصطلاح میں تقبیہ کے معنی، اپنے قول یا فعل کو موافق کرتے ہوئے کسی امر میں حق کے برخلاف خود کو ایسے ممکن ضرر سے بچانا جو دوسرے کی جانب سے پہنچنے والا ہے۔

((التحفظ على ضرر الغير بموافقته في قول اوفعل مخالف للحق)) 1

بالفاظ دیگر تقبیہ کے معنی شرعی اصطلاح میں یہ ہے کہ اپنے فعل یا قول کے ذریعہ حکم دین کے برخلاف کسی امر کا ظاہر کرنا تاکہ اپنی یا دوسرے کی جان یا مال یا شرف و آبرو بچا سکے۔

((اظہار خلاف الواقع فی الامور الدينیة بقول اوفعل خوفاً او حذرأ عن النفس، او المال او العرض، المعتبر عنه فی هذا الزمان بالشرف، على نفسه او على غيره)) 2

## عقل اور تقبیہ

تقبیہ در اصل ایک عقلی امر ہے، جس کی بنا مہم اور اہم کے عقلی قاعدہ پر ہے، کیونکہ تمام انسان، قطع نظر دیندار اور غیر دیندار، کی یہ سیرت رہی ہے کہ جب بھی اپنی جان، مال و آبرو کو، خطرے میں محسوس کرتے ہیں، اور دیکھتے ہیں کہ اگر اپنے مذہب کے برخلاف قول اور فعل کو اظہار کریں گے جو کہ خطرے پہنچانے والے کے موافق ہے تو محفوظ رہیں گے، یعنی تقبیہ کے ذریعہ ہم ان خطرات سے بچ جائیں گے تو ان موارد پر تمام لوگ تقبیہ اختیار کرتے ہیں، اور دشمن کے خطرے کو اس طرح ٹال دیتے ہیں، اس وقت بھی تمام انسانی معاشرہ میں یہ سیرت رائج اور مستقر ہے، جیسا کہ اگر کسی مقام پر کوئی جان اور مال یا آبرو سے اہم امر خطرے میں ہو تو اس کو مقدم کرتے ہیں اور اپنی جان، مال اور آبرو سے باتھ دھو لیتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اہم اور مہم کے مصادیق میں مختلف مکاتب فکر کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے، لیکن یہ اختلاف جبکہ تمام عقلائی عالم تقبیہ کے کلی حکم میں اتفاق نظر رکھتے ہیں، منافات نہیں رکھتا، البتہ ایسے مصادیق بھی پائے جاتے ہیں جہاں تمام عقلاء اتفاق نظر رکھتے ہیں، جیسے عمومی امنیت کی حفاظت کرنا، یہ وہ مصلحت ہے جہاں تمام عقلائی بشر اس کی اہمیت کے خصوصی طور سے قائل ہیں، اور اسکی حفاظت کے لئے اپنی جان اور مال کو بھی قربان کرنا صحیح سمجھتے ہیں۔

بعض آيات نے واضح طور پر تقييہ کو ایک شرعی قاعده کی حیثیت سے پیش کیا ہے:

1. < لَا يَتَّخِذُ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ، وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَلَيَسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَنْ تَنْقُضُوا مِنْهُمْ ثُقَّاً > 3

ترجمہ: - مومنین ؓ مومنین کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا سر پرست نہ بنائیں اور جو ایسا کرے گا تو اس کا خدا سے کچھ سرو کار نہیں، مگر (اس قسم کی تدبیروں سے) کسی طرح ان (کے شر) سے بچنا چاہو، تو (خیر) ۔

عالم اہل سنت علامہ مراغی اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں: علمائے اسلام نے اس آیت سے جواز تقييہ کا استنباط کیا ہے، یعنی انسان ایسی بات کرے یا ایسا کام انجام دے جو حق کی برخلاف ہو، اس ضرر سے بچنے کے لئے جو دشمن کی جانب سے اس کی جان، مال، آبرو یا شرف کو پہنچنے والا ہے۔ 4

2. < مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ أَكْهَ وَ قَلْبُهُ مُطَمَّئٌ بِالإِيمَانِ وَلَكِنْ مَنْ شَرَحَ يَالْكُفُرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ عَذَابٌ مِنَ اللَّهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ > 5

ترجمہ: - سوا اس شخص کے جو کلمہ کفر پر مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان کی طرف سے مطمئن ہو، اور جو شخص بھی ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کرے بلکہ خوب سینہ کشادہ ( جی کھوٹ کر ) کفر کرے تو ان پر خدا کا عذاب ہے، اور ان کے لئے بڑا سخت عذاب ہے ۔

مذکورہ آیت کا مفہوم قانون تقييہ کے علاوہ کسی اور قاعده سے منطبق نہیں ہوتا ۔

تمام اسلامی محدثین اور مفسرین ( شیعہ و سنی ) نقل کرتے ہیں کہ یہ آیت جناب عمار یاسر کے بارے میں نازل ہوئی ہے، جب وہ، ان کے ماں باپ ( سمیہ اور یاسر) اور دوسرے اصحاب کو، کفار و مشرکین کی جانب سے آزار و اذیت دی گئی اور یاسر اور سمیہ شہید ہو گئے تو عمار نے وہ کلمہ کرہ دئے جسے مشرکین چاہتے تھے، لہذا آپ نے ان کی اذیت سے نجات حاصل کی اور اپنی جان اس طرح بچا لی، لیکن اپنے عمل کے بارے میں بہت پشیمان ہوئے لہذا روتے ہوئے رسول کے پاس پہنچے اور سارا واقعہ بیان کیا، رسول اسلام(ص) نے انھیں دلاسا دیتے ہوئے فرمایا: اگر وہ دوبارہ پھر تم سے ایسی بات کہلوانا چاہیں تو کہہ دینا، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی ۔ 6

3. < وَقَالَ رَجُلٌ مُؤْمِنٌ مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ إِيمَانَهُ أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ... > 7

ترجمہ: - اور فرعون کے لوگوں میں ایک ایماندار شخص ( حرقیل ) نے جو اپنے ایمان کو چھپائے رہتا تھا ( لوگوں سے ) کہا: کیا تم ایسے شخص کے قتل کے در پے ہو جو صرف یہ کہتا ہے کہ میرا پرور گا ر اللہ ہے ۔

مومن آل فرعون جو حضرت موسی پر ایمان لے آئے تھے، اور حضرت موسی سے پوشیدہ طریقہ سے رابطہ رکھتے تھے، آپ نے حضرت موسی کو فرعونیوں کی جانب سے انھیں قتل کرنے کے منصوبہ کو بتا دیا تھا:

8

ترجمہ: - ایسے موسی! ( تم یہ یقین جانو کہ شہر کے ) بڑے بڑے آدمی تمہارے بارے میں مشورہ کر رہے ہیں کہ تم کو قتل کر ڈالیں تو تم ( شہر سے ) نکل بھاگو میں تم سے خیر خواہانہ کہتا ہوں ۔

لیکن اس کے باوجود اپنے ایمان کو فرعونیوں سے پوشیدہ کر رکھا تھا، اور ایمان کا پوشیدہ رکھنے کا مطلب یہی تھا کہ آپ اپنے ایمان اور اعتقاد کو زبان اور افعال سے ان کے سامنے ایسے ظاہر کرتے تھے جو ان کے عقیدے اور ایمان کے موافق ہو لیکن حق کے برخلاف ہوا کرتا تھا، اور یہ کام آپ اپنی حفاظت اور حضرت موسی(ع) کی نصرت اور ان کی فرعونیوں کے خطرے سے جان کی حفاظت کی خاطر انجام دیتے تھے، گویا وہ تقييہ پر عمل کرتے تھے،

قرآن کریم نے ان کے اس عمل کو بزرگ جانتے ہوئے ستائش کی ہے ۔  
4. ان آیات کے علاوہ بھی ذیل کی آیتیں ہیں جن کی عمومیت اور اطلاق تقیہ کے جواز یا اس کے وجوب پر دلالت کرتی ہیں:

**<وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ>** 9  
اور اپنے ہاتھوں کو (جان) ہلاکت میں نہ ڈالو ۔

10

خدا نے جس کو جتنا دیا ہے بس اسی کے مطابق ذمہ داری دیا کرتا ہے ۔

11

ترجمہ: اور امور دین میں تم پر کسی طرح کی سختی نہیں کی۔

## مسلمانوں کا تقیہ

مذکورہ تینوں آیتوں کا عموم یا اطلاق جو کہ جواز تقیہ پر دلالت کرتا ہے، کافر اور مسلمان دونوں کے مقابلہ میں تقیہ کو مساوی طور پر ثابت کرتا ہے، لیکن پہلی تینوں آیتیں کفار کے مقابلہ میں مسلمانوں کے تقیہ کے بارے میں تھیں، البتہ یہ بات اپنی جگہ طے شدہ ہے کہ مورد اور مقام حکم کیلئے مخصوص نہیں ہوا کرتا، چنانچہ اگر اس کا ملاک عمومیت رکھتا ہے تو حکم بھی عام ہو گا، اور یہاں چونکہ تقیہ کا ملاک عام ہے لہذا اس کا حکم بھی عام ہو گا، جس کے نتیجہ میں تقیہ کا حکم ان مسلمانوں کو بھی شامل ہو جائے گا جو دیگر مسلمانوں کے مقابلہ میں تقیہ کرنا چاہتے ہیں، چنانچہ فخر الدین رازی پہلی آیت (آل عمران: 28) کی تفسیر میں کہتے ہیں: ظاہراً یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ مسلمان صرف کفار کے مقابلہ میں تقیہ کر سکتے ہیں، جبکہ ان کی طرف سے ڈر اور خوف پایا جاتا ہو، لیکن امام شافعی کا فتوی یہ ہے کہ اگر کسی مسلمان کو دوسرے مسلمانوں کے سامنے ایسی صورت حال پیش آجائے جو کفار کے مقابلہ میں آنے پر تقیہ کرنا پڑتا ہے تو وہ ان مسلمانوں کے سامنے بھی تقیہ کر سکتا ہے، گویا امام شافعی کی نظر میں تقیہ مسلمانوں کی جان کی حفاظت کے خاطر ہے، البتہ مال کی حفاظت میں بھی تقیہ ترجیح رکھتا ہے، کیونکہ رسول اسلام (ص) نے فرمایا ہے:

**"حرمة مال مسلم كحرمة دمه"**

مال مسلم کا احترام اس کے خون کے برابر ہے ۔

نیز فرمایا: "من قتل دون ماله فهو شهيد" 12

جو اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کر دیا جائے وہ شہید ہے ۔

علامہ مراغی دوسری آیت (نحل آیت 106) کے ذیل میں کہتے ہیں:

"کفار، ظالم، اور فاسقون سے مدارا ت اختیار کرنا اور ان سے نرمی کے ساتھ پیش آنا، اس آیت کے حکم میں شامل ہے، یعنی انسان ان کے ساتھ نہ میں سے پیش آئے، اور ان کو کچھ بخش دے، خوش اخلاقی اور تبسم کی ساتھ ان سے برتاؤ کرے، تاکہ ان سے اپنی جان اور آبرو محفوظ رہے ۔" 13

یعقوبی اور دیگر مؤرخین نے نقل کیا ہے کہ جب بسر بن ابی ارطاة نے مدینہ پر حملہ کیا تو جابر بن عبد اللہ کو بلایا اس وقت جابر نے ام سلمہ سے کہا: اس کی بیعت کرنا ضلالت ہے، اور بیعت نہ کروں تو ڈر اس بات کا ہے کہ وہ مجھے قتل کر دے گا، ام سلمہ نے کہا: بیعت کرلو کیونکہ اصحاب کھف تقیہ کی صورت میں اپنی قوم کے مخصوص تیو ہار میں شرکت کرتے تھے، اور ان کے جیسا لباس پہننے تھے ۔ 14

طبری اپنی تاریخ میں مامون عباسی کی طرف سے قرآن کے مخلوق ہونے کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ بہت سے محدثین اور قاضی حضرات جو مامون کے ڈرانے اور دھمکانے اور سختی کے تحت زندگی گزار رہے تھے، وہ ڈر کی وجہ سے قرآن کے مخلوق ہونے کا عقیدہ ظاہر کرتے، جس پر بہت سے لوگوں نے ان کی اس بات پر مذمت کی، تو انہوں نے اپنے اس کام کی توجیہ عمار یاسر کے واقعہ سے کی ۔ 15

یہ واقعہ اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ تقبیہ ایک کلی عقلی قاعده ہے، جو کافروں سے مخصوص ہے، بلکہ کافر مسلمان جگہ استعمال کیا جا سکتا ہے۔

## تقبیہ؛ روایات اہل بیت علیہم السلام کی روشنی میں

یہاں تک ثابت ہوگیا کہ تقبیہ ایک عقلی قاعده ہے، اور یہ انسان کی زندگی کی ضروریات میں سے ایک ضرورت ہے، اور اسے آسمانی اور الہی تمام مذاہب نے قبول کیا ہے، اور مسلمانوں نے (قطع نظر اپنے مذہبی عقائد کے) اس پر عمل کیا ہے، لیکن اس کے باوجود اہل بیت کی روایتوں میں اس پر خاص توجہ دی گئی ہے اور اس کے لئے بہت اہتمام اور تاکید فرمائی ہے، یہاں تک کہ روایات میں اس طرح وارد ہوا ہے:

" لا ایمان لمن لا تقبیہ له " و " لا دین لمن لا تقبیہ له " 16

جو تقبیہ نہیں کرتا اسکے پاس ایمان نہیں ہے، نیز فرمایا: جو تقبیہ کا قائل نہیں ہے اس کے پاس گویا دین نہیں ہے ۔

نیز امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

" التقبیة من دینی و دین آبائی "

تقبیہ ہمارا اور ہمارے آباء و اجداد کا دین ہے

اسی کے مانند امام جعفر صادق علیہ السلام سے بھی احادیث مروی ہیں۔ 17

بہر کیف اہل بیت(ع) کی اُن تمام روایتوں کے مطالعہ کرنے سے جو تقبیہ کے بارے میں نقل ہوئی ہیں، پتہ چلتا ہے کہ اہل بیت(ع) نے دو طرح کے تقبیہ کو بیان کیا ہے، اور دو تقبیہ کی اپنے شیعوں کو تلقین کی ہے: ایک خوفی تقبیہ، اور دوسرا مداراتی تقبیہ، البتہ خوفی تقبیہ کے بارے میں مداراتی تقبیہ کی بنسبت زیادہ روایتیں وارد ہوئی ہیں ۔

اور خوفی تقبیہ کبھی اپنی جان، عزت و آبرو مال کے خطرے سے مربوط ہوتا ہے، وہ کبھی دوسرے مومن یا رشتہ داروں کی جان اور مال و عزت و آبرو سے مربوط ہوتا ہے، اور کبھی اسلام اور مذہب سے مربوط ہوتا ہے، لیکن مداراتی تقبیہ اس جگہ ہوتا ہے کہ جب مذکورہ امور کے بارے میں کوئی خوف نہ پایا جاتا ہو، لیکن تقبیہ کے ذریعہ انسان بہتر طریقہ سے اپنی دینی ذمہ داری کو پورا کر سکتا ہے، اس کے ذریعہ دوسروں کی بدایت اور اسلامی وحدت و اخوت بہتر انداز میں کر سکتا ہے، چنانچہ روایات میں جس جگہ تقبیہ کو سپر اور سنگ سے تعبیر کیا ہے اس جگہ خوفی تقبیہ مراد ہے، اور وہ روایات جن میں حسن معاشرت اور پسندیدہ اخلاق سے پیش آنے کی تاکید کی گئی ہے وہاں بیشتر مداراتی تقبیہ سے مناسب رکھتا ہے۔

ہشام بن حکم امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نقل کرتے ہیں کہ امام نے فرمایا: ایسے امور مت انعام دو جن کی بنابر ہماری سرزنش کی جائی، کیونکہ ناخلاف اولاد ایسے کام انجام دیتی ہے جس کی بنا پر ان کے باپ کی ملامت کی جاتی ہے، لہذا تمہارا جس سے واسطہ ہے اس کے لئے زینت کا سبب بنو اور ان کے لئے عیب جوئی اور برائی کا باعث مت بنو، ان کی جماعت کے ساتھ نماز پڑھو، ان کے بیماروں کی عیادت کرو، ان کی تشییع

جنازہ میں جاؤ، دیکھو کسی بھی نیک کام میں وہ لوگ تم سے بازی نہ لے جائیں، پھر آپ نے فرمایا:  
"وَاللَّهِ مَا عَبْدُ اللَّهِ بِشَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيْهِ مِنِ الْخَبَاءِ"

خدا کی قسم اس کی عبادت، خباء سے محبوب ترین اور کسی شئے کے ذریعہ نہیں ہوئی، ہشام نے دریافت کیا خباء کیا ہے؟ امام نے فرمایا: خباء سے مراد تقیہ ہے۔  
ائمه طاہرین (ع) نے متعدد روایتوں کے ضمن میں اس آیت

18

"اور بھلائی برائی (کبھی) برابر نہیں ہو سکتی تو (سخت کلامی کا) ایسے طریقہ سے جواب دو جو نہایت اچھا ہو اگرایسا کرو گے تو (تم دیکھو گے کہ) جس میں اور تم میں دشمنی تھی گویا وہ تمہارا دل سوز دوست ہے، یہ بات بس ان ہی لوگوں کو حاصل ہوئی ہے، جو صبر کرنے والے ہیں، اور ان ہی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو بڑے نصیب ور ہیں"۔

کی تقیہ سے تفسیر کی ہے، واضح ہے کہ یہاں مداراتی تقیہ ہی مراد ہو سکتا ہے، کیونکہ اس آیت سے پہلے کی آیت میں توحید اور خدا پرستی کا ذکر ہوا ہے، ارشاد ہوا:

19

"اور اس سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے جو لوگوں کو خدا کی طرف بلائے اور اچھے اچھے کام کرے، اور کہے کہ میں یقیناً (خدا کے) فرمانبردار بندوں میں ہوں"۔

## تاریخ شیعہ اور تقیہ کی ضرورت

شیعوں کی تاریخ اس تلخ حقیقت کی نشان دہی کرتی ہے کہ اسلامی دنیا میں اس قوم کو ہمیشہ غیر شیعہ ظالم اور ستمگر حکومتوں نے اپنے بے انتہا ظلم و تشدد کا نشانہ قرار دیا ہے، اس قوم کو جہاں تک ہو سکا دبا کر رکھا، اسے مختلف قسم کی اذیتیں دیں، اس پر ظلم و ستم کے پھاڑ ڈھائے، اور یہ حالت ائمہ طاہرین (ع) کے دور میں جب بنی امیہ اور عباسیوں کے ہاتھ میں طاقت اور حکومت تھی، بہت زیادہ ربی، اس زمانہ میں دل دہلانے والے ستم ڈھائے گئے، اس زمانہ میں شیعوں کو کسی بھی قسم کی نہ اجتماعی اور نہ سیاسی کوئی آزادی نہیں تھی، اور کچھ مقامات پر تو علوی خاندان سے صرف ارتباط رکھنا سب سے بڑا سیاسی گناہ شمار کیا جاتا تھا، ظاہر ہے کہ ایسے موضع پر شیعیت کا محفوظ رکھنا جوکہ سچے اسلام کا نشان ہے، تقیہ کے علاوہ اور کسی چیز سے ممکن نہیں ہو سکتا تھا (چاہے وہ خوفی تقیہ ہو یا مداراتی تقیہ) چنانچہ جب ان حالات کو ملحوظ خاطر رکھا جائے گا تب ائمہ کی دور اندیشی اور آپ کی حکیمانہ روش کا اندازہ لگے گا، ائمہ نے اس طریقہ کو اپنا کر دین کے حقائق کو لوگوں تک پہنچایا، اور جو معنوی تحریفات دین میں بعض لوگوں کی طرف سے عمداً یا سہواً ہو رہی تھی ان سے شائستہ اور حکیمانہ انداز میں مقابلہ کیا، اور مذہب تشیع کو محفوظ رکھا، اگرچہ اس میں آپ لوگوں کو بہت زیادہ قربانی دینا پڑی، اور حد سے زیادہ مشقت کا سامنا کرنا پڑا، لیکن آپ حضرات نے اس طرح روح اسلام کو بچا لیا۔ (زندہ باد اہل بیت، پائندہ باد اہل بیت، مردہ باد دشمنان اہل بیت) جو لوگ شیعہ مذہب پر اس لئے اعتراض کرتے ہیں کہ شیعہ مذہب میں تقیہ کی بہت تاکید کی گئی، یہ لوگ اگر دیدہ، انصاف سے تاریخی حقائق کو مد نظر رکھتے ہوئے فیصلہ کریں تو ہرگز یہ بات نہیں کہیں گے، اگر یہ لوگ اپنے تعصیب، بغض و عناد، اور مسلمانوں کے درمیان فتنہ انگیزی سے اپنے ہاتھ کھینچ لیں تو یقیناً یہ اپنے فیصلہ میں تجدید نظر کریں گے، اور شیعہ مذہب کی حقانیت (دوسرے دینی مسائل کی طرح) کا کلمہ دھرائیں گے،

لیکن اگر بنا یہی ہے کہ اس مسئلہ میں ملامت اور سرزنش کی جائے تو ان بنی امیہ اور بنی عباسی اور دیگر اہل سنت کی اسلامی حکومتیں کے جابر و ظالم حاکموں کی مذمت ہونا چاہیئے جنہوں نے شیعوں کے لئے سکون کی نیند حرام کر رکھی تھی، افسوس کا مقام یہ ہے کہ یہ سب حکومتیں اہل سنت کی تھیں، انہوں نے بد ترین ظلم و تشدد شیعوں کے بارے میں روا رکھا، اسی طرح اہل سنت کے ان علماء کی مذمت اور ملامت ہونا چاہیئے جنہوں نے شیعوں کی جان، مال، عزت، آبرو کے مباح ہونے کا فتویٰ دیا اور حکومت وقت کو شیعوں کے، قتل و غارت گری اور ان کو تہ تیغ کرنا وغیرہ جیسے امور پر ابھارا۔

سیاسی دباؤ، اذیتیں، بنی امیہ، بنی عباس اور دیگر اسلامی جابر حکومتوں کی جانب سے جو شیعوں کی بارے میں کیا گیا، وہ تاریخ اسلام کے ایسے المناک واقعات ہیں جسے ہر تاریخ دان جانتا ہے، چنانچہ یہ واقعات نہ تنہ شیعہ تاریخی کتب میں نقل ہوئے ہیں بلکہ اہل سنت کی کتابوں میں بھی ان کے بعض گوشوں کو نقل کیا گیا ہے، لیکن ان تمام حقائق کے باوجود موسیٰ جار اللہ 20 جیسے بعض لوگوں کے تعصب اور عناد کی حد ہو گئی کہ انہوں نے تاریخ کے حقائق کا انکار کرتے ہوئے اپنے حیلہ، فریب کاری اور سفسطہ گوئی کو اس انداز میں ظاہر کیا:

"شیعہ کبھی اپنے عقیدے کے اظہار کی وجہ سے قتل نہیں کئے گئے، جو کچھ اس بارے میں نقل کیا جاتا ہے وہ شیعوں کی جانب سے گڑھا گیا ہے" گویا انہوں نے تاریخ کامل ابن اثیر جیسی کتابوں کا مطالعہ ہی نہ کیا ہے، یا اس کو دیکھا بھی ہے اور پڑھا بھی ہے لیکن اس کے مؤلف کو شیعہ جانا ہے، یا عمدًاً ان حقائق پر پرده ڈالا ہے !!

## دو غلط فہمیوں کا جواب

پہلی غلط فہمی بعض وہابی حضرات کہ جن کی عادت اور سرشنست میں شیعوں کی مخالفت کرنا ہے، اس بارے میں ہر قسم کی گفتگو اور ہر طریقہ کے کردار کو ادا کرنا جائز سمجھتے ہیں، چاہے یہ حقائق کی تبدیلی، جہوٹ، بہتان اور ناجائز نسبت پر ہی کیوں نہ تمام ہوتا ہو، انہوں نے شیعوں کے عقائد کو تقیہ کے بارے میں کھلے کذب اور آشکارا نفاق سے تعبیر کیا ہے، تقیہ کی اس طرح تصویر کشی کرکے اس کو مردود جانا ہے - 21

### جواب

اولاً: جیسا کہ ہم نے گذشتہ مباحثت میں ذکر کیا کہ تقیہ صرف مختصات شیعہ میں سے نہیں ہے، بلکہ نہ تنہ عام مسلمان اس کے قائل تھے بلکہ عقلائے عالم اس کے قائل ہیں، لہذا تقیہ اگر کذب اور نفاق کا مستلزم ہے تو یہ اعتراض تمام مسلمانوں پر ہوگا نہ فقط شیعوں پر۔

ثانیاً: ایسا جہوٹ کہ جس پر ایک ایم مصلحت مترتب ہوتی ہو، ایسا جہوٹ عقلی اور شرعی طور پر جائز ہے، البتہ ممکن ہو تو پہلے توریہ کرے، جیسا کہ حدیث میں آیا ہے:

"ان فی المعاریض لمندوحة عن الكذب" 22

تعربی کلام میں جہوٹ بولنے کی گنجائش ہے -

اس کے مقامات میں سے (جیسا کہ فقہی کتابوں میں نقل کیا گیا ہے) "اصلاح ذات الیمن" بھی ہے جس کی شریعت مقدس میں بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے، جیسا کہ رسول اسلام نے فرمایا:

"صلاح ذات الیمن افضل من عامة الصلاة والصیام" 23

لوگوں کے درمیان صلح برقرار کرنا ایک سال کے نماز روزے سے بہتر ہے۔

ثالثاً: نفاق ( جیسا کہ قرآن اور احادیث میں بیان ہوا ہے) کے معنی یہ ہیں کہ انسان حق بات کا اظہار کرے لیکن باطن میں باطل کا عقیدہ رکھتا ہو، حالانکہ تقيہ میں بر عکس ہے، اس میں انسان باطل کا ظہار کرتا ہے اور باطن میں حق کا عقیدہ رکھتا ہے۔

قرآن کریم میں منافقین اور ان کے عمل کی بڑی شدت کے ساتھ مذمت کی گئی ہے، حالانکہ اس سے پہلی آیتوں میں تقيہ کو ایک پسندیدہ امر قرار دیا گیا ہے، اور رسول اسلام نے عمار یاسر کو تلقین کی کہ جب بھی تم کفار اور مشرکین کے شکنجه میں پہنس جاؤ تو تقيہ کی راہ اختیار کرو۔

## دوسری غلط فہمی اور اس کا جواب

تقيہ سے متعلق وہابیوں کی طرف سے دوسرا اعتراض جو شیعوں کے بارے میں کیا جاتا ہے وہ یہ ہے: "چونکہ شیعہ مذہب میں تقيہ ایک کلی قاعدہ کے طور پر قبول کیا گیا ہے، لہذا ان کے واقعی عقائد اور آراء کو نہیں جانا جاسکتا، کیونکہ تمام مسائل میں تقيہ کا احتمال پایا جاتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے تمام اقوال و آراء علمی اعتبار سے ساقط ہیں۔

### جواب

چونکہ یہ شبہ کبھی ائمہ علیہم السلام کی روایات کے بارے میں پیش کیا جاتا ہے، اور کبھی شیعہ علماء کے اقوال کے بارے میں، لہذا پہلے ہم روایات سے متعلق بحث کرتے ہیں:

اولاً: ائمہ طاہرین علیہم السلام نے کچھ خاص طریقے اور شیوٹے حقیقی اور واقعی احکام تشخیص کرنے کیلئے بیان کئے ہیں، مثلاً جب روایات متعارض ہوں تو مرجحات میں سے ایک مرجح یہ ہے کہ مخالفین مذہب اہل بیت کے اقوال سے مخالفت رکھتا ہو، یعنی جو قول شیعہ مذہب کے مخالف مذہب سے مطابقت کرے گا وہ رد کر دیا جائے گا اور جو مخالف ہوگا اسے قبول کر لیا جائے گا۔

ثانیاً: بالفرض کوئی اگر واقعی حکم کو حکم تقيہ سے تشخیص نہ کر سکے تو اس کے لئے دوسرے قواعد بیان کئے گئے ہیں، اس وقت ان پر عمل کرے اس طرح اہل بیت کے ماننے والوں کے نزدیک کوئی مسئلہ لا ینحل درپیش نہیں ہوتا، کوئی بھی مشکل نہ نظری اور نہ عملی وجود میں نہیں آتی، لہذا دوسرے لوگ جب چاہیں کہ مذہب اہل بیت کے بارے میں فیصلہ کریں تو انھیں ان تمام پہلوؤں پر نظر کرنا ہوگی، ان جانبوں میں سے ایک پہلو تقيہ بھی ہے اس پر غور کئے بغیر کسی قسم کا فیصلہ کرنا صحیح نہ ہوگا۔

ثالثاً: ایسا نہیں ہے کہ تمام اسلامی معارف، یا عملی احکام اور اخلاقی قضایا میں تقيہ پایا جاتا ہے، تاکہ انسان مذہب اہل بیت سمجھنے میں شک و شبہ میں مبتلا ہو جائے، اور ہمیشہ سرگردان رہے، بلکہ تقيہ اگرچہ ایک عقلی اور شرعی قاعدہ ہے لیکن اس کی حیثیت ثانوی ہے، اولی نہیں، چنانچہ تمام روایتوں میں اصل اولی عدم تقيہ ہے (یعنی پہلے ہم تقيہ پر عمل نہیں کرتے بلکہ جب کوئی صورت حال نہیں رہ جاتی تب اس کی نوبت آتی ہے) تقيہ کا احتمال محدود مقامات سے خاص ہے، جن کی شناخت اہل معرفت و تحقیق اور جو اہل بیت کے مبانی سے واقف ہیں، کیلئے آسان ہے۔

## علمائے شیعہ کے اقوال و آراء کے بارے میں تقيیہ کا احتمال

شیعہ علماء کے نظریات و اقوال ان کی تفسیر، کلامی اور فقہی کتابوں میں پائے جاتے ہیں علمی مراکز اور کتاب خانے پر ہیں، اگر کسی کو دیکھنا ہے تو ان مقامات میں تلاش کرے۔  
لیکن اگر ہم تمام علماء کے نظریات کا خلاصہ کریں تو یہ ہوگا:

بعض مقامات ایسے ہیں جہاں سب متفق ہیں، کچھ موارد ایسے ہیں جنہیں اکثریت علمائے شیعہ قبول کرتی ہے، یا ایسے مسائل ہیں جو مشہور ہیں، بعض مسائل ایسے ہیں جن میں اختلاف نظر پایا جاتا ہے، جن میں نہ کوئی اجماع و اتفاق ہے اور نہ شہرت ہے، بہر کیف شیعہ علماء کے نظریات ظاہر ہیں ایسا نہیں ہے کہ وہ مکتوم اور پوشیدہ ہوں جس کی وجہ سے کوئی دست رسی حاصل نہ کرسکے، یا ان کے حقیقی اور واقعی آراء کے بارے میں شکوک میں مبتلا ہو جائیں، البتہ جو لوگ اپل غرض اور دل کے بیما ر ہیں جو ایسے شبہات وارد کرتے ہیں وہ بجائے اس کے کہ اپل بیت کے مذہب کو پہچاننے کے لئے معتبر کتابیں، بزرگ علماء اور مشہور اقوال کی طرف رجوع کریں شاذ و نادر اور غیر معتبر یا کم اعتبار والی کتابوں کی طرف رجوع کرتے ہیں، اس کے بعد ان کو شیعوں کے عقائد کہہ کر نشر کرتے ہیں یا خود گڑھ کر شیعوں کے عقائد میں تحریف و تبدیلی کرکے شیعوں کی طرف منسوب کردیتے ہیں اس طرح ناواقف اذیان کو شک و شبہ میں مبتلا کردیتے ہیں، چنانچہ ملل و نحل اور علم کلام 24 کی کتابوں میں شیعوں کی طرف نسبت دی گئی ہے کہ شیعہ انبیاء کے بارے میں عقیدہ رکھتے ہیں کہ انبیاء کیلئے کفر کا اظہار کرنا جائز ہے کیونکہ یہ لوگ تقيیہ کو جائز سمجھتے ہیں، اور اس کا لازمہ یہ ہے کہ انبیاء کفر کا اظہار کر سکتے ہیں!

جبکہ علمائے شیعہ نے اس بات کی تصریح کر دی ہے کہ ایسے مقامات پر تقيیہ جائز نہیں ہے، کیونکہ اس کا لازمہ یہ ہے کہ خدا کا دین کبھی بھی لوگوں تک نہیں پہونچ سکے گا، کیونکہ معمولاً اکثر انبیاء بعثت کے آغاز میں اپنے دشمن زیادہ رکھتے ہیں، لہذا ایسے حالات تھے جہاں تقيیہ کا روشن مقام تھا، لہذا اگر ان کیلئے تقيیہ جائز ہوتا تو بجائے اس کے یہ لوگ توحید کا اظہار کرتے کفر و شرک کا اظہار کرتے، اس طرح دین حق کبھی بھی لوگوں تک نہیں پہونچ سکتا تھا، اور اس سے نقض غرض نبوت لازم آتا۔ 25

## وہ مقامات جہاں تقيیہ کرنا صحیح نہیں

جیسا کہ ہم نے بیان کیا کہ تقيیہ (خصوصاً خوفی تقيیہ) کی حیثیت ثانوی ہے، اور اس تقيیہ کا اصل مقصد جان، مال، عزت و آبرو اور دین و شریعت کی حفاظت کرنا ہے، چنانچہ اگر تقيیہ سے کہیں یہ مقصد حاصل نہ ہوتا ہو بلکہ اس کے بر عکس نتیجہ ظاہر ہوتا ہو تو ایسے مقامات پر تقيیہ کرنا حرام ہے، ایسے مقامات کو مستثنیات تقيیہ کھا جاتا ہے، اس جگہ ہم امام خمینی کے کلام کو جو حرمت تقيیہ کی بارے میں ہے نقل کرتے ہیں:

1. وہ محرمات اور واجبات جن کی شارع اور متشرعہ کی نظر میں خاص اہمیت ہے ان میں تقيیہ کرنا صحیح نہیں ہے، جیسے کعبہ اور مشاہد مقدسہ کو ویران کرنے میں تقيیہ کرنا، قرآن اور اسلام کو رد کرنے میں، یا ایسی تفسیر کرے جو حقیقت دین کو تحریف کر دے، اور الحادی مذاہب کی مانند ہو جائے۔

2. وہ شخص جو تقيیہ کر رہا ہے مسلمانوں میں ایک خاص مقام و وقار رکھتا ہے، کہ اگر یہ تقيیہ فعل حرام یا ترک واجب میں کرے تو توہین مذہب اور دین کی ہتک حرمت لازم آتی ہے، ایسے شخص پر تقيیہ حرام ہے، شاید اسی وجہ سے امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "میں شراب پینے میں بڑگز تقيیہ نہیں کروں گا"

3. جب بھی اسلام کی کوئی اصل یا ضروریات دین تقبیہ کرنے سے خطرہ میں پڑ جائے تو تقبیہ جائز نہیں، جیسے جابر حکام وقت فیصلہ کریں کہ ارث یا طلاق، یا نماز یا حج کے احکام بدل دین، تو ایسے مقامات پر مسلمانوں کیلئے تقبیہ جائز نہیں ہے۔ 26

1. شیخ انصاری؛ رسالہؐ تقبیہ۔
2. محسن امین عاملی؛ نقض الوشیعہ ص 181.
3. سورہؐ آل عمران، آیت 28.
4. تفسیر مراغی، ج 3، ص 136۔
5. سورۃ النحل، 106۔
6. تفسیر مجمع البیان ج 3، ص 388۔ تفسیر کشاف ج 2، ص 430۔ تفسیر ابن کثیر ج 4، ص 228۔
7. سورۃ المؤمن، 28۔
8. سورہؐ قصص، آیت 20۔
9. سورہ بقرہ، 195۔
10. سورہؐ طلاق، 7۔
11. سورہ حج، 78۔
12. مفاتیح الغیب (تفسیر فخر الدین رازی) ج 6، ص 13، تفسیر آیہ 28، سورۃ آل عمران۔
13. تفسیر مراغی، ج 3، ص 136۔
14. تاریخ یعقوبی، ج 2، ص 100۔
15. تاریخ طبری، ج 10، ص 284۔ 292۔
16. وسائل الشیعہ، ج 6، کتاب الامر بالمعروف والنهی عن المنکر، ابواب الامر والنهی با ب 44، روایات نمبر: 2، 3، 25، 22، 6۔ 31، 29، 25، 22، 6۔
17. وسائل الشیعہ، ج 6، کتاب الامر بالمعروف والنهی عن المنکر، ابواب الامر والنهی با ب 44، روایت نمبر 2۔
18. سورہؐ فصلت، آیت نمبر: 34۔
19. سورہؐ فصلت، آیت نمبر: 33۔
20. «الوشیعہ فی نقد عقائد الشیعہ» اس کتاب کے جواب میں علامہ محسن امین نے کتاب «نقض الوشیعہ» یا «الشیعہ بین الحقائق والاویام» لکھی ہے، اس بحث کو «الوشیعہ» ص 197۔ 102۔ پر دیکھئے۔
21. منجملہ ان لوگوں کے جنہوں نے اس مطلب کو لکھا ہے، محمد عبدالستار ہیں جنہوں نے «بطلان عقائد الشیعہ» اور موسیٰ جار اللہ نے «الوشیعہ» میں لکھا اور احسان الہی ظہیر ہیں۔
22. المنجد باب العین۔
23. نهج البلاغہ، نامہ نمبر 47۔
24. شرح المواقف، ج 8، ص 264۔ شرح المقاصد ج 5، ص 50۔
25. ارشاد الطالبین ص 303، 304۔
26. الرسائل ص 117۔ 178۔

